U5391 Dated 7/8-K07

Title – KHUTBA-E-SADARAT IJLAS PANJA SAALA ~~CONFER~~ JUBILEE ALL INDIA MUSLIM EDUCATIONAL CONFERENCE ALIGARH MUNQADA 25 – 29 MARCH 1937 BA MUQAAM ALIGARH

Creator – C. Abdul Hakeem.

Publisher – Sherwani Printing Press (Aligarh).

Date – 1937.

Pages – 28

Subjects – Khutbaat-O-Taqareer; All India Muslim Educational Conference Aligarh.

فہرست مضامین

خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

002

اجلاس پنجاہ سالہ جوبلی

۱۹۳۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبۂ صدارت

حضرات! یہ عام دستور ہے کہ جب کسی شخص کو قوم کی طرف سے کوئی عزت و مرتبہ عطا کیا جاتا ہے تو وہ اظہارِ شکرگزاری کرتا ہے اور اس کو ایسا کرنا بھی چاہیئے کیوں کہ کسی شخص کے لئے سب سے بڑی عزت وہ ہے جو قوم کی طرف سے اس کو عطا کی جائے، خصوصاً جب یہ عزت کسی ایسے شخص کو عطا کی جائے جو اپنے کو اس عزت کا مستحق نہ سمجھتا ہو۔ تو آپ خود اندازہ فرما سکتے ہیں کہ اس کا دل شکر و سپاس کے جذبات سے کس حد تک معمور ہوگا۔

"آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس" مسلمہ طور پر مسلمانانِ ہندوستان کی سب سے بڑی انجمن ہے اور اس کی صدارت سب سے بڑا اعزاز ہے جو مسلمان کسی کو دے سکتے ہیں۔ آپ نے اس موقع پر جو کانفرنس کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا، اپنے لطف و کرم سے صدارت کا منصب مجھے عطا فرمایا ہے، یہ ایک ایسا اعزاز ہے جو میرے لئے ہمیشہ باعثِ فخر و امتیاز رہے گا، حقیقت یہ ہے کہ میں آپ کی اس نوازش و مہربانی سے اس حد تک اثر پذیر ہوں کہ الفاظ میرے جذباتِ شکرگزاری کی ترجمانی نہیں کر سکتے۔

حضرات! جب یہ "اعزاز" میرے سامنے پیش کیا گیا تو قدرتی طور پر مجھے

اس کے قبول کرنے میں تامل و تردد ہوا، کیوں کہ میں اپنے کو اس منصب کا اہل نہیں سمجھتا تھا، لیکن اسلامی تربیت نے مجھے فرمان پزیری کی تعلیم بھی دی ہے۔ اس لئے میں نے اپنے بزرگوں کا فیصلہ بسر و چشم قبول کیا اور تعمیل ارشاد کے لئے حاضر ہو گیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ کی مہربانی و اخلاقی مدد کے اعتماد پر میں اپنا فرض ادا کر سکوں گا۔

اس موقع پر شاید یہ ذکر بے موقع نہ ہوگا کہ جس قومی مجلس کی صدارت کا اعزاز مجھے بخشا گیا ہے میں اُس کا دیرینہ خادم ہوں، موجودہ بیسویں صدی کا پہلا سال مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔ اس لئے کہ بانی کانفرنس سر سید مرحوم کی وفات کے تقریباً ۴ سال بعد جب کہ آپ کی کانفرنس کے آنریری سکریٹری **نواب محسن الملک** مرحوم تھے پہلی دفعہ کانفرنس کا سالانہ اجلاس مدراس میں منعقد ہوا اور یہ پہلا موقع تھا جب کہ مجھے کانفرنس کے اغراض و مقاصد اور اُس کی تعلیمی خدمات سے واقف ہونے کا موقع ملا اور اُن کی خدمت کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

اُسی زمانہ سے میں نے یہ محسوس کیا کہ اس ملک میں مسلمانوں کی آئندہ ترقی صرف تعلیم پر منحصر ہے جو ہر قسم کی ترقی کا واحد ذریعہ ہے اور جب تک مسلمان تعلیم حاصل نہ کریں گے ہندوستان کی دوسری قوموں کے دوش بدوش نہیں چل سکیں گے، بلکہ اُن کی مستقل ہستی بھی محفوظ نہیں رہے گی، اس احساس کا یہ نتیجہ تھا کہ میں صوبۂ مدراس نیز بعض دوسرے صوبوں میں بھی اپنی استطاعت کے مطابق مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لئے کوشش کرتا رہا، اور خدائے تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ یہ ناچیز کوشش ایک حد تک نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد سے جب سے کہ کانفرنس نے مسلمانانِ مدراس کو اپنا پیام پہنچایا تھا ہمارے صوبہ کے مسلمانوں نے تعلیم میں فی الجملہ ترقی کی ہے اور اب وہ تعلیم کی اہمیت و ضرورت محسوس کرنے لگے ہیں۔

سنہ ۱۹۲۷ء میں مجھے ایک دفعہ پھر آپ کی انجمن کی خدمت اور آپ کی تعلیمی تحریک کے

سلسلہ میں کام کرنے کا موقع ملا جب کہ آپ کے موجودہ آنریری سکرٹری **نواب صدر یار جنگ بہادر** کے زمانہ میں دوسری مرتبہ کانفرنس کا اجلاس مدراس میں منعقد ہوا اور میرے صوبہ کے مسلمانوں نے اپنی ذرہ نوازی سے جماعت استقبالیہ کی صدارت کے فرائض انجام دینے کے لئے مجھے مامور کیا، اس طرح خوش نصیبی سے مجھے ایک دفعہ اور کانفرنس کی خدمت کرنے کا موقع حاصل ہوا اور حسب استطاعت میں نے یہ خدمت فخر و خوشدلی کے ساتھ انجام دی، میں سمجھتا ہوں کہ شاید اسی دیرینہ نیازمندی کی بنا پر باوجود عدم قابلیت مجھے آپ نے یہ اعزاز عطا کیا ہے جس کے لئے میں آپ کا بے حد شکرگزار ہوں اور آپ کی طلب پر لبیک کہکر حاضر ہو گیا ہوں۔

جوبلی کا ہمہ گیر پروگرام

حضرات! آپ مجھ سے یہ توقع نہ رکھیں کہ میں اہم تعلیمی مسائل میں آپ جیسے ارباب علم اور ماہرین تعلیم کی کوئی رہنمائی کرسکوں گا، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ مختلف وجوہ و اسباب کی بنا پر ہندوستان میں تعلیم کا مسئلہ اس قدر اہم اور پیچیدہ ہو گیا ہے کہ حکومت اور ماہرین تعلیم اس کا صحیح حل تلاش کرنے میں اب تک مصروف ہیں اور شاید یہ کہنا صحیح ہے کہ اب تک وہ کسی آخری نتیجہ تک نہیں پہنچے ہیں، لیکن مجھے آپ کی پنجاہ سالہ جوبلی کا نظام عمل دیکھکر ایک گونہ اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ شاید ہم اس دفعہ کسی مفید نتیجہ تک پہنچ سکیں اور ماہرین تعلیم کا یہ اجتماع تعلیمی مشکلات کے حل کرنے کے لئے مفید و نتیجہ خیز ثابت ہو۔

اجلاس جوبلی کے "نظام عمل" پر میں نے جو اظہار اطمینان کیا ہے اس سے میری یہ مراد ہے کہ اس مرتبہ آپ نے حقیقت شناسی سے کام لے کر اجلاس کو مختلف شعبوں پر تقسیم کر دیا ہے، جس سے آپ کے پروگرام میں ہمہ گیری پیدا ہو گئی ہے اور وہ تمام تعلیمی شعبوں پر حاوی ہو گیا ہے، اس اجمال کی مزید تفصیل یہ ہے کہ آپ نے ابتدائی تعلیم، ثانوی تعلیم، اعلیٰ تعلیم، صنعتی تعلیم اور تعلیم نسواں وغیرہ کے لئے علاحدہ علاحدہ شعبے رکھے ہیں اور ہر شعبہ

کے لئے لائق و تعلیم یافتہ اصحاب کو صدر اور سکرٹری مقرر کیا ہے، اگر ہماری خوش نصیبی سے ان شعبوں کو صحیح طریقہ سے اپنے فرائض ادا کرنے کا موقع ملا تو بہت سی مشکلات کا حل پیدا ہو جائے گا اور اگر اس کے بعد حکومت اور برادرانِ وطن کا تعاون بھی ہمیں حاصل ہو گیا تو اس کا امکان ہے کہ ہماری مشکلات کا خاتمہ ہو جائے اور موجودہ تعلیم اور طریقۂ تعلیم کے وہ مشہور نقائص جن کی وجہ سے جدید تعلیم کی طرف سے لوگوں کو بیزاری پیدا ہو رہی ہے دور ہو جائیں۔

یہ ظاہر ہے کہ تعلیم کے جتنے پہلو ہو سکتے ہیں وہ سب آپ نے ان شعبوں کے ذریعہ سے جوبلی کے وسیع پروگرام میں شامل کر لئے ہیں اور اس طریقہ سے اپنی مہربانی سے آپ نے میری صدارت کے فرائض کو بہت کچھ ہلکا کر دیا ہے، اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ تعلیم کے مختلف شعبوں کے متعلق بجائے میرے وہ ماہرینِ فن اپنے اپنے خیالات ظاہر فرمائیں جو مخصوص طور پر ان شعبوں کے صدر مقرر ہوئے ہیں، اس لئے میں اُن اصحاب کے کام میں غیر ضروری مداخلت سے احتراز کرتے ہوئے صرف اشارۃً بعض امور عرض کروں گا۔

ابتدائی تعلیم

آپ نے ایک شعبہ "ابتدائی تعلیم" پر بحث کرنے کے لئے بھی رکھا ہے اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ابتدائی تعلیم سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے، اگر سنگ بنیاد مستحکم اور استوار نہ ہو اور اس میں کجی و خامی رہ جائے تو کوئی مضبوط عمارت اُس پر تعمیر نہیں ہو سکتی، اس لئے ابتدائی تعلیم ہماری خاص توجہ کی مستحق ہے، لیکن اس موقع پر میں اس قدر ضرور عرض کروں گا کہ ابتدائی تعلیم کا کوئی پروگرام اُس وقت تک قابلِ اطمینان اور واقعی طور پر سودمند نہیں سمجھا جائے گا جب تک اس میں اخلاقی تربیت بھی شامل نہ ہو، جس طرح ابتدائی تعلیم، سنگِ اساس ہے اعلیٰ تعلیم کا، اسی طرح بچپن کی اخلاقی تربیت، عمدہ سیرت، خصائل کی بنیاد ہے، یعنی کیرکٹر کی تعمیر اسی عمر میں ہوتی ہے، اس لئے ہمارا فرض ہے کہ بچپن ہی میں بچوں کی اخلاقی تربیت کا انتظام کریں، اور اُن کے دلوں میں ملک و ملت کی محبت اور مذہب کی عظمت راسخ کر دیں، ہماری

قوم جو آج تباہی اور ادبار کی حالت میں مبتلا ہے اس کی وجہ صرف جہالت اور تعلیم کی کمی نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے، بلکہ اس تباہی کی بڑی وجہ اخلاقی افلاس ہے جو جہالت افلاس سے بھی زیادہ ہولناک ہے، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب سے ہمارا اخلاق برباد ہوا ہم خود برباد ہو گئے، اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ابتدائی تعلیم کے ساتھ ہی ہم اپنے بچوں میں عمدہ خصائل پیدا کرنے کی بھی کوشش کریں تاکہ زندگی کی آئندہ کش مکش میں وہ عزم صادق اور ہمت مردانہ کے ساتھ کام کر سکیں۔

ترقی یافتہ قومیں اپنے بچوں کو ابتدا ہی میں ایسی تربیت دیتی ہیں کہ وہ زندگی کی جنگ میں ثابت قدمی اور حوصلہ مندی سے حصہ لے سکیں، اسی اعلیٰ تربیت کا یہ اثر ہے کہ یہ بچے بڑے ہو کر ایسے کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں جو اُن کی قوم کی شہرت اور سربلندی کا باعث ہوتے ہیں۔

غرض ہمارا اوّلین فرض یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم کو عام کرنے کے لئے مکاتب کا جال سارے ملک میں پھیلا دیں اور اس کی بنیادیں ایسی مضبوط و استوار رکھیں جن پر اعلیٰ تعلیم کی عمارت خوش اسلوبی سے تیار ہو سکے، لیکن یہ مقصد بغیر لائق و تربیت یافتہ استادوں کی امداد اور اُن کے ہمدردانہ رویہ کے حاصل نہیں ہو سکتا، مگر بدقسمتی سے ہماری عام ذہنیت یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم کے لئے ہم لائق اساتذہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، گویا عمارت کے سنگ بنیاد رکھنے کا کام ایسے ناتجربہ کار معماروں کے سپرد کرتے ہیں جو ناآشنائے فن اور کوتاہ نظر ہیں اور زندگی کا کوئی بلند مقصد اُن کے سامنے نہیں ہے۔

ثانوی تعلیم "ثانوی تعلیم" درحقیقت درمیانی کڑی یا سیڑھی ہے جو ہمیں اعلیٰ تعلیم تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، اس لئے اُس کو ہماری موجودہ ضروریات اور جدید پیدا شدہ حالات کے مطابق ہونا چاہیے، حالات سرعت سے تبدیل ہو رہے ہیں اور بے روزگاری کے مسئلہ نیز دوسرے اسباب نے مختلف صوبوں کی حکومتوں کو

مروّجہ طریقۂ تعلیم پر نظرِ ثانی کے لئے مجبور کر دیا ہے۔ چنانچہ خود آپ کے صوبے میں بھی تعلیم کی اصلاح اور جدید تنظیم کے لئے حکومت غور کر رہی ہے اور سر تیج بہادر سپرو کی صدارت میں ایک کمیٹی اس کام کے لئے مامور ہے۔ ابھی یہ نہیں کہا سکتا کہ جو جدید تنظیم عمل میں آئے گی وہ ملک سے بے روزگاری کے دور کرنے میں کس حد تک مفید و نتیجہ خیز ثابت ہوگی اور ہمارے نوجوان طلبہ کی ذہنی ترقی پر اُس کا کیا اثر پڑے گا۔

البتہ اس قدر بے تامل کہا جا سکتا ہے کہ محض معمولی اور آئینی تبدیلیوں یا مدتِ تعلیم کی کمی و بیشی سے ہماری مشکلات کا خاتمہ نہ ہوگا۔

اس وقت ہم ایک انقلاب انگیز دور سے گزر رہے ہیں اور ہمارے چاروں طرف بیک وقت تخریب و تعمیر اور شکست و ریخت کا ہنگامہ برپا ہے، اس ہنگامہ خیز حالت نے موجودہ نظامِ تعلیم کی بنیادیں بھی ہلا دی ہیں اور اب ان کمزور بنیادوں پر کوئی جدید عمارت نہیں تعمیر کی جا سکتی۔ اس لئے "تعلیمی انقلاب" ناگزیر ہے۔

گزشتہ چند سال سے ہر یونیورسٹی کے کانووکیشن کے موقع پر جو خطبات پڑھے جاتے ہیں اُن میں عموماً موجودہ تعلیم کے ناقص اور غیر سود مند ہونے کا اعتراف کیا جاتا ہے، جس سے تعلیم یافتہ طبقہ کا وہ "اضطراب" ظاہر ہوتا ہے جس میں وہ مبتلا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت نہ صرف تعلیم یافتہ جماعت میں بلکہ ہر طبقہ میں بے چینی کے آثار نمایاں ہیں، مزدور، سرمایہ دار، کارخانہ دار اور زراعت پیشہ لوگ سب کے سب ایک دورِ اضطراب سے گزر رہے ہیں، حکومت ان حالات سے بے خبر نہیں ہے، وہ ایک طرف "اصلاحِ دیہات" کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے جد و جہد کر رہی ہے، دوسری طرف موجودہ تعلیم کی نقائص کے اعتراف پر مائل اور اُس کی اصلاح و تنظیم پر بلند آہنگی لیکن آہستہ روی سے آمادہ نظر آتی ہے۔ اس لئے اصلاحِ تعلیم کے لئے کمیشن بٹھائے جاتے اور کمیٹیاں بنائی جاتی ہیں اور ایسے طریقے تجویز کئے جا رہے ہیں جن کے اختیار کرنے سے تعلیم زیادہ عملی اور کارآمد صورت اختیار کرے

اور نتائج کے لحاظ سے مفید ثابت ہو۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ان تمام تجاویز اور تبدیلیوں سے باخبر رہیں اور اس سلسلہ میں تمام تحریکات کا مسلسل مطالعہ کرتے رہیں اور ایسے اسباب و وسائل مہیا کریں کہ جدید تجاویز کے مطابق اپنے اداروں میں تبدیلیاں کر سکیں اور اگر وہ تبدیلیاں مذہبی یا قومی نقطۂ نظر سے اُن کے لئے مضر ہیں تو اجتماعی قوت سے اُن کے برخلاف صدائے احتجاج بلند کریں۔

اعلیٰ تعلیم

حضرات! ابتدائی اور ثانوی تعلیم کی طرح "اعلیٰ تعلیم" سے بھی ہم بے نیاز نہیں ہو سکتے، اعلیٰ تعلیم کی نہیں اس لئے ضرورت ہے کہ وہ "اعلیٰ" ہے اور موجودہ دور میں جب کہ ہندوستان کے نظام حکومت میں ایک خوش گوار انقلاب ہو رہا ہے اور بہت سی آئینی تبدیلیاں عمل میں آنے والی ہیں وہی جماعت سب سے زیادہ با اثر با اقتدار اور کامیاب ہو گی جس کے سب سے زیادہ افراد اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوں گے موجودہ عہد کے نازک و پیچیدہ سیاسی و اقتصادی مسائل کا سمجھنا، مالیات میں بصیرت حاصل کرنا اور ترقی یافتہ ممالک کی طرح امور ملکی کا انجام دینا بغیر اعلیٰ تعلیم اور وسیع واقفیت کے ممکن نہیں، اس لئے اگر مسلمانوں نے زیادہ سے زیادہ ایسے افراد نہ پیدا کئے جو جدید آئین کے نافذ ہونے کے بعد اُس میں قابلیت سے حصہ لے سکیں تو یہ آئینی انقلاب اور اصلاحات اُن کے لئے بے سود ثابت ہوں گی۔ یہ صحیح ہے کہ صرف حکومت کے اعلیٰ مناصب پر پہنچنا اور جلیل القدر عہدے حاصل کرنا کسی قوم کا نصب العین نہ ہونا چاہیئے لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر ترقی یافتہ قوم کو ایسے افراد کی ضرورت ہے جو انتظام مملکت میں اعلیٰ قابلیت اور تدبر و ہوشمندی کے ساتھ حصہ لے سکیں۔

جب ہماری قوم کی ترقی اور عروج کا دور تھا تو اُس میں صرف علماء، مشائخ، اور شعرا و ارباب ادب ہی نہ تھے بلکہ صاحب تدبر وزراء، ماہر فن سپہ سالار، سیاسی مدبر اور دولت مند تاجر بھی موجود تھے، یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی قوم اُس وقت تک ترقی یافتہ

اور مہذب و شائستہ نہیں کہی جا سکتی جب تک اس میں ہر قسم کے ارباب کمال اور صاحب ہنر اشخاص موجود نہ ہوں، اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے ہر شعبے میں اپنے نوجوانوں کو بھیجیں کیوں کہ جس طرح ہندوستان کی ہر قوم کو یہ حق حاصل ہے یا حاصل ہونے والا ہے کہ وہ اپنے ملک کے انتظام میں حصہ لے، اسی طرح ہمیں بھی یہ حق حاصل ہے۔ لہٰذا ہمیں اس کام میں در آنا چاہیئے اور اس مقصد کے لئے ہونہار نوجوانوں کو تیار کرنا چاہیئے۔

تعلیم نسواں

حضرات! جوبلی کے پروگرام میں ایک شعبہ تعلیم نسواں کا بھی رکھا گیا ہے اب تعلیم نسواں کی ضرورت سے کسی کو انکار نہیں، البتہ اس کی نوعیت بحث طلب ہے اور اس میں لوگ مختلف الرائے ہیں، میں اس موقع پر ایک محاکمہ کرنے والے کی پوزیشن اختیار کر کے کوئی "قولِ فیصل" آپ کے سامنے پیش کرنا نہیں چاہتا، تاہم بعض امور آپ کی توجہ کے لئے عرض کروں گا، میں اس حقیقت سے ناآشنا نہیں ہوں کہ علم بجائے خود ایک مقصد ہے۔ اس لئے تعلیم کا مقصد سرکاری ملازمت نہ ہونا چاہیئے مگر یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ ہم نے ابتدا سے "جدید تعلیم" کا مقصد سرکاری ملازمت قرار دیا ہے، میں ادب سے عرض کروں گا کہ عورتوں کو تعلیم دینے سے ہمارے پیش نظر یہ مقصد نہ ہونا چاہیئے۔

اب یہ حقیقت سب کو معلوم ہے کہ عملی طور پر ہم نے تعلیم کا جو مقصد (یعنی سرکاری ملازمت) قرار دیا تھا، اب اس میں کامیابی نہیں ہوتی، ہزاروں تعلیم یافتہ نوجوان ملازمت کی تلاش میں پھرتے ہیں مگر انھیں ملازمت نہیں ملتی، بلکہ ان کی قیمت اور حیثیت روز بروز گرتی جاتی ہے۔ چنانچہ خود میرے صوبۂ مدراس میں آج کل ایک گریجوئٹ کی قیمت ۲۵-۳۰ روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں ہے، اس تلخ تجربہ کے بعد مجھے یہ امید ہے کہ آپ لڑکیوں کی تعلیم کے معاملہ میں انجام بینی اور دانش مندی سے کام لیں گے اور سرکاری ملازمت کی نیت سے تعلیم دے کر لڑکوں کی طرح ان کی زندگی کو ناکامیاب نہیں بنائیں گے اور ان کی صحت، عافیت، اطمینانِ قلب اور گھر کی پُرسکون زندگی کو برباد نہیں کریں گے۔

دوسری بات میں اس سلسلہ میں یہ عرض کروں گا کہ لڑکیوں کی تعلیم کے معاملے میں ہمیں یہ امر ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ ایک "مسلمان لڑکی" کا مقصد حیات دوسری قوم کی لڑکیوں سے مختلف ہونا چاہیئے۔ اس حقیقت سے ہر شخص واقف ہے کہ مسلمان اپنی معاشرت، رسم و رواج اور مذہبی عقائد و اعمال کے لحاظ سے دوسری قوموں سے مختلف ہیں۔ اس لیئے اُن کی ضرورتیں بھی دوسری قوموں سے مختلف ہیں، لہذا جو تعلیم دوسری قوم کی لڑکیوں کے لئے مناسب و موزوں ہے وہ بغیر اہم تبدیلیوں کے مسلمان لڑکیوں کے لئے مفید و سود مند نہیں ہو سکتی۔

ہمیں اس ملک میں اپنی مستقل ہستی قائم رکھنے کے لئے اسلامی تہذیب، روایات اور اپنے آداب معاشرت کا قائم رکھنا ضروری ہے اور خصوصیت کے ساتھ لڑکیوں کے "نصاب تعلیم" میں یہ چیزیں اس لئے ضروری ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو ابتدائے عمر میں جو عمدہ تعلیم و تربیت دینا چاہتے ہیں وہ صرف اسی طریقہ سے ممکن ہے کہ ہم لڑکیوں کے لیئے بہترین تعلیم کا انتظام کریں تاکہ وہ آنے والی نسلوں یعنی اپنے بچوں کو بھی عمدہ طریقہ سے تربیت دے سکیں اور یہ ظاہر ہے کہ بچوں کی عمدہ تربیت ہی قومی ترقی کا واحد ذریعہ ہے۔

تیسری بات جو اس سلسلے میں عرض کرنے کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ عورت کے فرائض و ضروریات مرد سے مختلف ہیں اس لئے یہ قدرتی بات ہے کہ اُن کی تعلیم بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوگی، اگر ہم اس فطری اختلاف کو نظرانداز کر کے غلط راستہ اختیار کریں گے تو یہ فطرت سے ایک قسم کی جنگ ہوگی جس کا نتیجہ ظاہر ہے۔

مثلاً بچوں کی پرورش اور خانہ داری کے فرائض ادا کرنا ہمیشہ سے عورتوں کے ذمہ ہے۔ اس لیئے یہ ضروری ہے کہ ہم عورتوں کے لئے ایسی تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں جس سے وہ اپنے فرائض بہ نسبت ناخواندہ عورتوں کے زیادہ خوش اسلوبی اور سلیقہ سے انجام دے سکیں، مقصد یہ ہے کہ خانگی زندگی کو خوشگوار و راحت بخش بنانا عورتوں کا

فرض ہے اور ایک کام یاب تعلیم کا یہ نتیجہ ہونا چاہیئے کہ عورتیں صحیح طریقہ سے اور خوبی ترقی و خوش نمائی کے ساتھ اپنا فرض ادا کرنا سیکھ لیں، بہرحال تعلیم نسواں کا مسئلہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس لئے ہمیں پہلی فرصت میں اس پر غور کرنا چاہیئے کہ وہ کون سی تعلیم ہے جو عملی حیثیت سے عورتوں کے لئے مفید اور ان کی زندگی کے لئے کارآمد ہو سکتی ہے۔

ترقی پذیر نظام تعلیم کا فائدہ

حضرات! دنیا کی دوسری چیزوں کی طرح تعلیم بھی ہمیشہ بدلتی رہتی ہے، اس لئے ہم کوئی ایسا نظام تعلیم نہیں بنا سکتے جو ایک طویل زمانہ تک مفید و کارآمد ثابت ہو سکے، جو قوم اپنے گرد و پیش کے حالات پر نظر کرکے اپنی تعلیم میں ضروری تبدیلیاں کرتی رہتی ہے وہ بہ نسبت قدامت پسند قوم کے زیادہ فائدہ اٹھاتی ہے اور اپنے بچوں کو مقتضائے وقت کے مطابق تعلیم دے کر ان کی زندگی کو مفید و کارآمد بنا دیتی ہے، چنانچہ اب سے کم و بیش ۶۰ برس پہلے جب مسلمانوں میں انگریزی تعلیم رائج نہ تھی سرسید مرحوم نے مقتضائے وقت کا لحاظ کرکے ارباب علم اور اہل بصیرت کے مشورہ سے ملک میں جدید تعلیم رائج کرنے کی کوشش کی، اور ان کی مسلسل جد و جہد کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمان انگریزی پڑھنے پر متوجہ ہوئے، لیکن اس موقع پر یہ واقعہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمانوں سے پہلے ہندوستان کی دوسری قومیں اس طرف متوجہ ہو چکی تھیں اور ان کے بچے انگریزی پڑھنے میں مشغول تھے، چنانچہ انہوں نے بہ نسبت مسلمانوں کے اس تعلیم سے زیادہ فائدہ اٹھایا اور اس کے شیریں ثمرات سے متمتع ہوئے، اس کے بعد مسلمان بھی بقدر اپنی سعی و کوشش مستفید ہوئے۔

تعلیمی انقلاب کی ضرورت

لیکن اب مقتضائے وقت یہ ہے کہ ہم اس تعلیم میں تبدیلی کریں اور گزشتہ ساٹھ برس میں ہندوستان کے حالات میں جو انقلاب ہوا ہے اس کو پیش نظر رکھ کر آئندہ کے لئے ایک ایسا تعلیمی پروگرام بنائیں جو اپنے نتائج کے لحاظ سے ہمارے لئے زیادہ مفید و سود مند ہو۔

عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمان اس لئے پس ماندہ ہیں کہ وہ انگریزی تعلیم پر بہت دیر کے بعد متوجہ ہوئے اور جب برادرانِ وطن بہت سی منزلیں طے کر چکے اس وقت انھوں نے سفر کا آغاز کیا، میں کہتا ہوں کہ تاریخ پھر اپنا اعادہ کر رہی ہے اور مسلمان آج بھی وہی کر رہے ہیں جو انھوں نے پہلے کیا تھا یعنی برادرانِ وطن مقتضائے وقت کے مطابق اپنی تعلیمی پالیسی میں تبدیلی کر رہے ہیں، وہ اپنے بچوں کو تعلیم کے مختلف شعبوں میں بھیج رہے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ صنعت و حرفت کی تعلیم پر متوجہ ہیں، اُن کے بچے "صنعتی تعلیم" کے لئے یورپ اور امریکہ جاتے ہیں اور اُن کے سرمایہ دار مختلف قسم کے کارخانے اور تجارتی کمپنیاں کھول رہے ہیں، جہاں جدید مشینوں سے کام لیا جاتا ہے، چنانچہ خود آپ کے صوبے میں اس کی مثال "ڈیال باغ" موجود ہے جس کی شہرت اب ہندوستان کے دوسرے صوبوں تک بھی پہنچ چکی ہے۔

یہ کارخانہ ملکی مصنوعات کو ترقی دینے کے علاوہ بہت سے نوجوانوں کے لئے روزگار مہیا کرتے اور اُن کی زندگی کو مفید و کار آمد بناتے ہیں، برخلاف اس کے ہماری یہ حالت ہے کہ اب تک لکیر کے فقیر بنے بیٹھے ہیں اور جو گھروندا ہم نے ساٹھ برس پہلے بنایا تھا اُس سے باہر نکلنا نہیں چاہتے، حالانکہ "موجودہ تعلیم" مذہب کی طرح کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں تبدیلی کا امکان نہ ہو۔

ضرورتِ وقت کا احساس

حضرات! برادرانِ وطن نے اب سے کافی مدت پہلے یہ محسوس کر لیا تھا کہ ملازمت کا میدان روز بروز تنگ ہو رہا ہے اور اب محض سادہ تعلیم کے ذریعہ سے نوجوان اپنی روزی مہیا نہیں کر سکتے اس لئے انھوں نے دوسرے وسائلِ معاش مہیا کرنے کے لئے کوشش شروع کر دی جس میں وہ تدریجاً کامیاب ہو رہے ہیں۔

ہندوستان ایک عظیم الشان ملک ہے اور اس کے قدرتی وسائل بہت

وسیع ہیں، اس لئے اگر ہم زمانہ کی ضرورت کے مطابق صنعت وحرفت کی تعلیم حاصل کر کے اپنے ملک کے قدرتی وسائل سے فائدہ اٹھائیں تو لاکھوں نوجوانوں کے لئے روزگار مہیا کرنے کے علاوہ ملک کی دولت میں بھی بہت کچھ اضافہ کر سکتے ہیں جس کا بدیہی فائدہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں افلاس اور بے روزگاری کی وجہ سے جو بے چینی اور اضطراب پیدا ہو گیا ہے وہ بہت کچھ دور ہو جائے گا۔

جب کسی ملک پر کوئی خوف ناک مصیبت آتی ہے تو عام دستور یہ ہے کہ لوگ سب کاروبار چھوڑ کر اور بہت سی مفید تحریکوں کو بند کر کے سب سے پہلے اس مصیبت کے دور کرنے پر متوجہ ہو جاتے ہیں اور جب وہ مصیبت اہل ملک کی متحدہ کوشش سے دور ہو جاتی ہے تو پھر از سر نو اپنا کاروبار جو بجائے خود ضروری ہے شروع کر دیتے ہیں۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ گزشتہ جنگ عظیم کے زمانہ میں جب یورپ پر عام مصیبت آئی اور ہر ملک شدید خطرہ میں مبتلا ہو گیا تو طلبہ اور پروفیسر بھی "تعلیم" جیسا ضروری کام چھوڑ کر اور جنگی اسلحہ سے آراستہ ہو کر میدان جنگ کی طرف چل پڑے، کیوں کہ وطن خطرے میں تھا اور اس کو خطرہ سے بچانا وطن کے ہر فرزند کا فرض تھا۔

اس وقت حالت یہ تھی کہ بہت سی پبلک عمارتیں جنگی اغراض کے لئے وقف کر دی گئی تھیں اور فوجی اقتدار ہر چیز پر غالب نظر آتا تھا، آج ہمارا ملک بھی اسی طرح خطرہ میں مبتلا ہے اور افلاس ایک "خوف ناک اور ہلاکت آفریں عفریت" کی صورت میں ہمارے ملک پر مسلط ہو گیا ہے، اس لئے ہم سب لوگوں کا فرض ہے کہ پہلے اس خوف ناک دشمن کا مقابلہ کریں اور جب یہ بلا ملک سے دور ہو جائے اس وقت دوسری چیزوں پر متوجہ ہوں۔

اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ مروجہ تعلیم سے بالکل دست کش ہو جائیں اور اسکولوں اور کالجوں کو صنعتی کارخانوں کی صورت میں تبدیل کر دیں، البتہ

میری یہ آرزو ضرور ہے کہ آپ نوجوانوں کو ایسی تعلیم دیں کہ ہندوستان کے قدرتی وسائل سے فائدہ اُٹھانے کی صلاحیت اُن میں پیدا ہو جائے اور اُن کی عملی اعانت سے ملک میں بڑے بڑے کارخانے قائم ہو جائیں جو ہندوستان کی دولت میں اضافہ کر کے اُس کو ترقی یافتہ ممالک کی طرح خوش حال و فارغ البال بنا دیں۔

صنعتی تعلیم کی ضرورت

حضرات! مجھے اس بات سے مسرت ہے کہ آپ بھی صنعتی تعلیم کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں چنانچہ آپ نے ایک شعبہ جوبلی کے پروگرام میں ٹیکنیکل تعلیم کا بھی رکھا ہے، میرا خیال ہے کہ یہ شعبہ زیادہ وسعت چاہتا ہے، ضرورت ہے کہ اس میں "تجارتی تعلیم" کا اضافہ کر کے اس کو اور زیادہ مفید و کارآمد بنایا جائے۔

کانفرنس پچاس سال تک اشاعت تعلیم کی خدمت انجام دیتی رہی اور اس خدمت کے ذریعہ سے اُس نے ملک و ملت کو کافی فائدہ پہنچایا، اب نصف صدی کی خدمت کے بعد پنجاہ سالہ جوبلی سے کانفرنس کا جو دورِ جدید شروع ہوتا ہے، ضرورت ہے کہ اس دور میں مسلمانوں کے سامنے صنعتی اور تجارتی تعلیم کا ایک وسیع پروگرام رکھا جائے اور اُن کو آگاہ کیا جائے کہ اب مقتضائے وقت یہ ہے کہ وہ صنعت، تجارت اور مختلف پیشوں کی تعلیم میں سرگرمی سے مصروف ہو کر اپنی قوم کو اقتصادی تباہی سے بچائیں، یہ کام تنہا ایک شخص یا کسی مقامی انجمن کے بس کا نہیں ہے بلکہ کانفرنس کے کرنے کا ہے اور اُسے کرنا چاہیئے۔

کانفرنس کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کل بھی وہ پیشوں کی تعلیم مثلاً انجنیری، ڈاکٹری، ٹیچرس ٹریننگ اور صنعتی تعلیم وغیرہ کے لئے وظائف دیتی ہے مگر وظائف کی تعداد ناکافی ہے اور ضرورت بہت زیادہ ہے، مسلمانوں کو پورے حوصلہ کے ساتھ اس مفید کام میں کانفرنس کی مدد کرنی چاہیئے تاکہ وہ زیادہ طلبہ کی مدد کر سکے

ملک میں ہزاروں طلبہ ایسے موجود ہیں جو مختلف پیشوں کی تعلیم کے لئے موزوں ہیں اور تعلیم کے خواہش مند ہیں مگر تعلیم کے وسائل انھیں میسر نہیں ہیں، اگر مسلمان اس مقصد کے لئے کافی سرمایہ فراہم کر دیں تو کانفرنس جیسی معتمد و معتبر انجمن کے ذریعہ سے ان خواہش مند طلبہ کو وظائف دیئے جا سکتے ہیں، کانفرنس اپنے طریقہ کے مطابق طلبہ کو یہ وظائف بطور قرض دے گی اور پھر برسرکار ہونے پر اُن سے بتدریج وصول کرے گی اور اُس روپیہ کو دوسری ضرورتمند طلبہ کے وظائف میں صرف کرے گی اس طرح یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا،

صنعت و حرفت کی تعلیم کے لیے وظائف

میرا خیال ہے کہ اگر کانفرنس کے پاس اس مقصد کے لئے کافی روپیہ جمع ہو جائے تو اُسے چاہیئے کہ وہ طلبہ کو وظائف دے کر صنعت و حرفت کی تعلیم کے لئے یورپ اور امریکہ بھی بھیجے تاکہ یہ لوگ وہاں سے ایسی تعلیم حاصل کر کے آئیں کہ بڑے بڑے کارخانوں کو جو ہندوستان میں مشترکہ سرمایہ سے قائم ہوں یا کئے جائیں، خوش اسلوبی سے چلا سکیں۔

میرا مقصد اس موقع پر ہر ایسی تعلیم سے ہے جو کاروبار سے تعلق رکھتی ہو مثلاً اس وقت بینکنگ کے کام میں مسلمان پیچھے ہیں یا اکاؤنٹنسی کے کام میں پسماندہ ہیں لہذا ضرورت ہے کہ اس کے لئے بھی وظائف دے کر طلبہ تیار کئے جائیں۔

اسی سلسلہ میں آپ کو مسلمان کاریگروں کی اولاد پر بھی توجہ کرنی چاہیئے، آپ کو معلوم ہو گا کہ ہندوستان میں مسلمان کاریگروں کی تعداد دوسری قوموں کے کاریگروں سے زیادہ ہے لیکن آج کل وہ سخت مصیبت کی حالت میں ہیں اور مختلف اسباب نیز کس مپرسی کی وجہ سے اُن کی صنعت روبزوال ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ ہم ان کاریگروں کے بچوں کی تعلیم پر خاص توجہ کریں تاکہ وہ اپنے پیشہ میں ترقی کر سکیں اور

تعلیم پاکر اپنے پیشہ کا کام زیادہ عمدگی اور خوش اسلوبی سے انجام دیں، یہ مقصد حوصلہ افزائی سے حاصل ہوگا جو ابتدا میں وظائف اور انعامات کی صورت میں ہونی چاہئے۔

حضرات! میرا مقصد مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ گزشتہ پچاس برس میں حالات بہت کچھ بدل گئے ہیں، جب ۱۸۸۶ء میں کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی کچھ اور حالات تھے اور آج جب کہ اس کی پنجاہ سالہ جوبلی ہو رہی ہے صورت حال اس زمانہ سے مختلف ہے، اب مقتضائے وقت یہ ہے کہ کانفرنس اپنی قوت بجائے کتابی اور درسی تعلیم کے زیادہ تر عملی تعلیم پر صرف کرے۔

میں آپ کے سامنے کوئی مفصل اسکیم نہیں پیش کر سکتا، یہ آپ کا کام ہے اور آپ ہی اس کے زیادہ اہل ہیں، البتہ میں صرف اس قدر عرض کرتا ہوں کہ زمانہ کا رخ بدل گیا ہے اور اب دوسری ہوائیں چل رہی ہیں اس لئے آپ بھی اپنا رخ بدل دیجئے اور زمانہ کا ساتھ دیجئے ؎

زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز

مسلمانوں کو صنعتی اور کاروباری معلومات کی ضرورت

"تجارت اور صنعت" کی خوبیوں کے متعلق میں آپ سے اس سے زیادہ اور کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ آپ کے اور ہمارے دانش مند حکمراں ایک "تاجر" کی حیثیت سے ہندوستان میں داخل ہوئے اور آج ایک "فاتح" اور "ہندوستان کے آقا" کی حیثیت سے یہاں موجود ہیں۔ کیا اس تاریخی حقیقت کے بعد بھی آپ کے سامنے مجھے کسی دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت ہے؟

حضرات! اس سلسلہ میں آخری چیز میں یہ عرض کروں گا کہ چوں کہ مسلمان عام طور پر تجارتی اور کاروباری ذوق نہیں رکھتے اور ان کی تعلیم یافتہ جماعت کا

اکثر و بیشتر حصہ سرکاری دفاتر اور محکموں کی فضا میں زندگی بسر کر رہا ہے اس لئے وہ عموماً تجارتی معلومات اور کاروباری دنیا سے ناواقف و بے خبر ہیں، یہاں تک کہ ہمارے اچھے اچھے تعلیم یافتہ بینک کے کاروبار اور مالیات کے پیچیدہ مسائل سے ناآشنا ہیں لیکن جب آپ قوم کے نوجوانوں میں تجارتی اور کاروباری ذوق پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ضرورت ہے کہ اس کے متعلق ہر قسم کے مفید و دلچسپ معلومات فراہم کریں۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہماری کانفرنس کے صدر دفتر میں تمام ہندوستان کی تعلیمی حالت کے متعلق معلومات کا کافی ذخیرہ اور ہر صوبہ کی تعلیمی رپورٹیں، اعداد اور نقشے موجود ہیں۔ اب اسی طرح تجارت، صنعت، حرفت اور ہر قسم کے کاروبار و نیز صنعتی و حرفتی اداروں اور کارخانوں کے متعلق معلومات کا معقول ذخیرہ جمع کرنا چاہیئے اور حسب ضرورت چھوٹے چھوٹے رسالوں اور کانفرنس گزٹ کے ذریعہ سے یہ معلومات شائع کرکے نوجوانوں میں کاروباری ذوق پیدا کرنا چاہیئے، اس کے علاوہ جس طرح کسی زمانہ میں کانفرنس نے مختلف اضلاع میں تعلیم کی اشاعت و تبلیغ کے لئے لوکل کمیٹیاں قائم کی تھیں اب کاروباری سرگرمی پیدا کرنے کے لئے تمام اضلاع میں اس قسم کی لوکل کمیٹیاں قائم کی جائیں۔

عام تعلیم کی رہنمائی کا کام کانفرنس بہت کچھ کر چکی ہے۔ اب اس کو مقتضائے وقت خدا کا نام لے کر کاروباری رہنمائی اور بیکاروں کے لئے روزگار فراہم کرنے کا کام بھی وسیع پیمانے پر شروع کر دینا چاہیئے اور مسلمانوں کو یہ چاہیئے کہ وہ پورے جوش سے اس کام میں کانفرنس کی مدد کریں اگر ہم نے سلیقہ و محنت سے یہ کام انجام دیا تو اس سے مسلمانوں کو غیر معمولی فائدہ پہنچے گا اور لاکھوں نوجوانوں کی زندگی سنبھل جائے گی جب کانفرنس یہ کام شروع کردے تو ہر پانچ سال بعد اسے ایک "پنج سالہ رپورٹ" بھی مرتب کرکے شائع کرنا چاہیئے جس میں یہ بتایا جائے کہ گزشتہ پانچ سال میں کس قدر

کام انجام پایا اور اب آئندہ کیا کرنا چاہیئے۔

حضرات! معاف کیجئے کہ میں نے تجارتی و کاروباری معاملات کے متعلق اپنا نقطۂ نظر واضح کرنے میں کسی قدر طوالت سے کام لیا، لیکن اس کی ضرورت تھی اور بمقتضائے وقت میرا یہ فرض تھا کہ اپنے خیالات کسی قدر وضاحت سے آپ کی خدمت میں پیش کروں۔

واقعہ یہ ہے کہ زمانہ کا رخ دیکھ کر مجھے یہ اندازہ ہوا کہ: ؎

ہیں چرخ کی اب نئی ادائیں — چلنے لگیں اور ہی ہوائیں
چھیڑے جو گئے نئے فسانے — نغمہ وہ رہا نہ وہ ترانے
پھونکا ہے فلک نے اور افسوں — اب رنگِ زمانہ ہے دگرگوں
تیارے ہیں اب نئی چمک کے — وہ ٹھاٹھ بدل گئے فلک کے
اب صورتِ ملک و دیں نئی ہے — افلاک نئے زمیں نئی ہے
وہ بزم رہی نہ جام و ساغر — اک بار اُلٹ گیا وہ دفتر

اس لئے میں نے مناسب خیال کیا کہ مسلمانوں کے لئے مستقبل میں جو طریقۂ کار میرے نزدیک صحیح ہے وہ عرض کردوں۔

حضرات! مجھے اُمید ہے کہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی پنجاہ سالہ جوبلی کا یہ اجلاس ہماری تعلیمی تاریخ میں ایک "جدید انقلاب" پیدا کرے گا اور ہم گزشتہ واقعات سے عبرت و بصیرت حاصل کرکے آئندہ اپنا نظامِ عمل زیادہ احتیاط و دانش مندی سے بنائیں گے اور اب تک جو غلطیاں کرتے رہے ہیں آئندہ اُن سے احتراز کریں گے۔

مثلاً تعلیم یافتہ اصحاب کا زمانۂ گزشتہ میں یہ طریقۂ کار تھا کہ وہ "بحیثیت جماعت" صرف "انگریزی تعلیم" کی اشاعت و ترقی کے لئے کوشش کرتے رہے اور دوسری نہایت مفید قومی تحریکوں سے اُنھوں نے عموماً اپنے کو علٰحدہ رکھا، گویا اپنے طریقۂ عمل سے لوگوں کو اس غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا موقع دیا کہ "جدید تعلیم یافتہ جماعت" ملک کی دوسری

تحریکوں سے ہمدردی نہیں رکھتی ہیں نہیں عرض کرسکتا کہ لوگوں کا یہ خیال کہاں تک صحیح تھا حقیقت جو کچھ بھی ہو لیکن اس غلط فہمی یا بدگمانی کے نتائج اچھے نہیں نکلے یعنی قوم کے دوسرے طبقات کو جدید تعلیم یافتہ جماعت سے بیگانگی پیدا ہوگئی خصوصاً مشرقی و مذہبی علوم کے تعلیم یافتہ یعنی علما، اور انگریزی داں جماعت کے درمیان ایک خلیج حائل ہوگئی، اس طرح جب ہم ایک دوسرے سے بے تعلق ہوگئے تو ہماری قوت کا شیرازہ بکھر گیا اور بہت سی مفید تحریکیں جن سے واقعی قوم کے اُبھرنے کی اُمید تھی مردہ ہوکر رہ گئیں، اگر ہم کانفرنس کی اس پنجاہ سالہ جوبلی کے موقع پر قوم کے مختلف طبقات کو باہم مانوس کرنے میں کامیاب ہوجائیں اور اُمت محمدیہ کی شیرازہ بندی کرلیں تو یہ اس عہد کا ایک بڑا کارنامہ ہوگا اور اگر جوبلی سے صرف یہی ایک کام بن گیا جب بھی میں یہ سمجھوں گا کہ جوبلی کامیاب رہی اور ہمارا مقصد حاصل ہوگیا۔

شعبۂ مدارسِ اسلامیہ

حضرات! میں سمجھتا ہوں کہ اب آپنے بھی قوم کے مختلف طبقات میں اتحاد کی ضرورت محسوس کرلی ہے اور شاید اسی بنا پر آپنے جوبلی کے پروگرام میں "شعبۂ اسلامیات" اور "شعبۂ اسلامی مدارس" بھی رکھا ہے اور جو لوگ مشرقی و مذہبی علوم کے درس تدریس میں مصروف ہیں اُن کو علی گڑھ تشریف لانے کی عام دعوت دی ہے، آپ کا یہ طریقۂ کار میرے لئے بے حد مسرت و خوشی کا باعث ہے، اس لئے میں آپ کی طرف سے اُن علما، کرام کا خیر مقدم کرتا ہوں جو یہاں تشریف لائے ہیں اور اُن سے درخواست کرتا ہوں کہ اس نازک موقع پر جب کہ گوناگوں اختلافات نے ہماری طاقت کو پراگندہ کردیا ہے، ملت اسلامیہ کو متحد کرنے کے لئے کسی کوشش سے دریغ نہ فرمائیں۔

مجھے یقین ہے کہ اُن کی کوشش بارآور ہوگی اور ہم سب ملک و ملت کے فائدہ کے لئے متحد ہوجائیں گے۔

حضرات! بحیثیت ایک مسلمان اور بحیثیت ایک مستقل قوم کے علوم مشرقیہ و اسلامیہ اور اپنی تہذیب و روایات کو زندہ رکھنا اور ترقی دینا ہمارا اولین فرض ہے، مغربی علوم کی

ضرورت تسلیم کرنے یا ان کو رائج کرنے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ ہم اپنے مذہبی علوم تاریخ قومی روایات اور تہذیب پر قلم تنسیخ پھیر کر کسی دوسری قوم میں جذب ہو جائیں، ہم مسلمان ایک مستقل قوم ہیں، اس لئے ہمیں ایک مستقل قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہیئے اور انشاء اللہ زندہ رہیں گے۔ البتہ اگر ہم نے اپنی ناعاقبت اندیشی اور کوتاہ بینی سے اپنے مخصوص علوم اور تہذیب و روایات کو بھلا دیا تو پھر دنیا میں کوئی چیز ہم کو زندہ نہیں رکھ سکے گی، لیکن مجھے یقین ہے کہ مسلمان ایسا نہیں کریں گے اور جس طرح وہ باوجود شدید مصائب اور حریفوں کے نرغہ کے تیرہ سو برس تک زندہ رہے آئندہ بھی زندہ رہیں گے اور اس طرح زندہ رہیں گے کہ دنیا اُن کی زندگی کی قوت محسوس کرے گی۔

ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت

حضرات! میں صرف مسلمانوں ہی کے باہم متحد رہنے کا آرزومند نہیں بلکہ میری یہ تمنا ہے کہ ہندوستان کی سب قومیں باہم متحد ہو کر صلح و آشتی سے رہیں، تاکہ اطمینان کے ساتھ ترقی کر سکیں، باہمی اختلافات نے ہمارے ملک کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس مخالفت و خانہ جنگی سے ہر قوم کو براہ راست صدمہ پہنچا ہے۔

مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوتی ہے کہ علی گڑھ تحریک کے لیڈروں کا نصب العین ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ ہندوستان کی سب قومیں صلح و آشتی کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں، چنانچہ سرسید مرحوم ہمیشہ ہندو مسلمانوں کو ہندوستان کی دو آنکھوں سے تشبیہ دیتے تھے اور اُن کے مشہور جانشین نواب محسن الملک مرحوم نے آپ کی کانفرنس کے سالانہ اجلاس مدراس منعقدہ ۱۹۰۱ء میں اپنی ایک طویل تقریر میں صاف صاف فرمایا تھا کہ:-

> "ہندوستان میں جب تک ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے ہمدرد نہ ہونگے اور آپس میں دوستانہ برتاؤ نہ رکھیں گے اور فراخ حوصلگی اور بے تعصبی سے ایک دوسرے کے ساتھ پیش نہ آئیں گے، وہ ملکی بھائی اور ہموطن کہلانے کے مستحق نہ ہوں گے اور جو کوئی (مسلمان ہو یا ہندو) باہمی دوستانہ برتاؤ کے قائم رکھنے اور ترقی دینے میں سعی نہ کرے گا، وہ درحقیقت ملکی اور قومی گنہگار ہوگا۔"

نواب محسن الملک مرحوم کا مذکورۂ بالا بیان کسی مزید تصریح کا محتاج نہیں، ہندوستان کی سب قوموں کو اپنے مشترک فائدہ کے لئے ایک دوسرے کا معین و مددگار ہونا چاہیئے یعنی

جو کام سب کے فائدہ کا ہو اُس میں مذہب کا سوال درمیان میں نہ لایا جائے بلکہ سب باہم مل کر کوشش کریں

اُردو پریس کانفرنس

اس بنا پر مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ نے جوبلی کے پروگرام میں "اردو پریس کانفرنس" کا جو اجلاس رکھا ہے اس میں ہر مذہب و ملت اور ہر صوبہ کے اُردو اخبارات کے اڈیٹروں کو مدعو کیا ہے اور وہ سب ایک مشترکہ مقصد کے لئے یہاں جمع ہو رہے ہیں، چوں کہ اُردو پریس کا یہاں ذکر آ گیا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ چند الفاظ اس سلسلہ میں بھی عرض کروں، بدنصیبی سے ہمارا ملکی پریس بہت بدنام ہے چنانچہ ہمارے اخباروں پر اکثر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ اشتعال انگیز مضامین لکھکر لوگوں کے فرقہ وارانہ جذبات کو برانگیختہ کرتے اور فتنہ وفساد کی رہنمائی کرتے ہیں، میں اس الزام کو علی العموم تسلیم نہیں کرتا لیکن اس میں شبہ نہیں کہ کچھ نہ کچھ اخبارات ملک میں ایسے موجود ہیں جو اپنے فرقہ کی حمایت میں حد اعتدال سے گزر جاتے ہیں، جس سے فرقہ وارانہ جھگڑے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، مگر اس کے ساتھ ہی ایسے بلند نظر اور وسیع القلب اخبار نویس بھی ہمارے ملک میں ہیں جو ان جھگڑوں سے الگ رہتے اور ملک کے عام فائدہ کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

کسی ملک کا پریس اُس ملک کی اندرونی حالت کا آئینہ ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے ہم کو اس ملک کی تہذیب و شائستگی، ترقی اور قومی و سیاسی تحریکات، نیز لیڈروں کی کارگزاری کے اندازہ کرنے کا موقع ملتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ یہ آئینہ یا مرقع مکروہ مناظر سے پاک ہو بلکہ ایسا نظر فریب اور دلکش ہو کہ ہر فرقہ کے مہذب و شائستہ انسان اس کو دیکھکر خوش ہوں، اس لئے میں اپنے ملکی اخبارات کے اڈیٹروں سے جو یہاں تشریف لائے ہیں اور اُن سے بھی جو یہاں موجود نہیں ہیں یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اُردو پریس کا معیار بلند کرنے کی کوشش فرمائیں اور اپنے فرقہ کی تائید میں ایسا رویہ نہ اختیار کریں جو دوسرے فرقوں یا اشخاص کی دل آزاری کا باعث ہو۔

اس کے علاوہ میں اُن سے یہ بھی درخواست کروں گا کہ جو تحریکیں ملک کے لئے واقعی مفید ہیں وہ پوری قوت سے اُن کی حمایت کریں تاکہ ہمارے عوام میں بیداری پیدا ہو اور وہ ان مفید تحریکوں کی عملی تائید کر کے ہندوستان کو فائدہ پہنچائیں۔

مسلمانوں کی تعلیم و ترقی کے متعلق انعامی مضامین

حضرات! اب میں کانفرنس کی ایک اور مفید خدمت کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ کانفرنس نے مسلمانوں کی "تعلیم و ترقی" کے متعلق انعامی مضامین لکھوائے ہیں، جو اربابِ قلم نے مقررہ شرائط کے مطابق لکھ کر کانفرنس کے آنریری سکریٹری صاحب کی خدمت میں بھیج دئے ہیں، اسی طرح سرسید مرحوم نے اب سے پینسٹھ برس پہلے انعامی مضامین کا اعلان کیا تھا اور مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق اربابِ بصیرت کی رائیں طلب کی تھیں، چنانچہ لوگوں نے مبسوط مضامین لکھ کر اپنی تجاویز پیش کیں، اور اُن تجاویز کے متعلق سرسید نے اپنی تعلیمی جدوجہد شروع کی جس کے نتیجہ کے طور پر مسلم یونیورسٹی وجود میں آئی۔

اب پینسٹھ برس میں حالات بہت کچھ بدل گئے ہیں، اس لئے ازسرِ نو مسلمانوں کی آیندہ تعلیم و ترقی کے متعلق تجاویز طلب کی گئیں چنانچہ متعدد اہلِ علم نے اپنے مبسوط مقالے جو مفید تجاویز پر شامل ہیں تحریر فرمائے ہیں، ممکن ہے کہ یہ مضامین کسی "جدید تعلیمی انقلاب" کی بنیاد رکھیں، اور جس نظامِ تعلیم کے ماتحت ہم ۶۵ برس سے تعلیم کی اشاعت و ترقی میں مصروف ہیں اُس میں تبدیلیاں واقع ہوں، اس لئے ہم کو ہر تبدیلی کے لئے فراخ دلی سے تیار رہنا چاہئے۔

کانفرنس کی خدمات اور اس کی ضرورت

حضرات! کانفرنس نے اب تک تعلیم کی ترقی کے لئے زبردست خدمت انجام دی ہے، اور اس سلسلہ میں اُس کے کارنامے لائق تحسین ہیں مثلاً یہ کانفرنس ہی کا شاندار کارنامہ ہے کہ اس کی مسلسل کوشش اور اثر کی وجہ سے مسلم یونیورسٹی وجود میں آئی، کیونکہ جیسا کہ ہر باخبر شخص بخوبی واقف ہے، مسلم یونیورسٹی کے قیام کا رزولیوشن نہایت جوش و بلند آہنگی سے سب سے پہلے کانفرنس ہی کے پلیٹ فارم سے پاس ہوا،

جس کے بعد کانفرنس نے نہایت سرگرمی سے تمام ملک میں کام شروع کر دیا، اُس نے تمام ملک میں سفیر بھیجے اور ہزاروں رسالے یونیورسٹی کی ضرورت پر شائع کئے۔ غرض سارے ملک میں ایک غلغلہ برپا کر دیا، اور یہ جد وجہد سالہا سال تک جاری رکھی یہاں تک کہ مسلمانوں نے مسلم یونیورسٹی کے لئے کافی سرمایہ جمع کر دیا، اور کانفرنس کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی، غرض کانفرنس نے ہندوستان کے ایک ایک گوشہ میں اپنا تعلیمی پیام پہنچایا، اور جدید تعلیم کی طرف سے جو نفرت اور بدگمانی تمام ملک میں پھیلی ہوئی تھی اُس کو دور کیا، چنانچہ یہ کانفرنس ہی کی تبلیغ واشاعت کا اثر ہے کہ لوگوں کے خیالات کی اصلاح ہوئی اور وہ تعلیم پر متوجہ ہوئے لیکن جب لوگوں نے تعلیم پر توجہ کی تو اُن کو قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور تعلیم حاصل کرنے میں طرح طرح کی دشواریاں اُن کو پیش آئیں، کانفرنس نے ان مشکلات میں بھی حتی الامکان لوگوں کی مدد کی، اور جن مشکلات کا حل کرنا حکومت کے ہاتھ میں تھا اُن پر حکومت کو بار بار توجہ دلائی، جس کی تفصیل کانفرنس کی رپورٹوں میں موجود ہے۔

اس کے علاوہ جو دشواریاں قلت وسائل اور افلاس کی وجہ سے تھیں اُن کے دُور کرنے کی بھی کوشش کی، مثلاً حکومت سے مسلمان طلبہ کے لئے اُن کے افلاس کی بناء پر مراعات و وظائف حاصل کئے نیز دولت مند مسلمانوں کو تعلیمی وظائف عطا کرنے کی ترغیب دیکر طلبہ کو مالی امداد دلوائی، اس کے علاوہ کانفرنس نے خود بھی اپنے فنڈ سے ایک لاکھ سے زیادہ روپیہ طلبہ کے وظائف میں خرچ کیا لیکن بایں ہمہ ابھی کانفرنس کے سامنے کام کرنے کے لئے ایک وسیع میدان ہے، کیونکہ ملک میں لاکھوں طلبہ ایسے موجود ہیں جو تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں، مگر اُن کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے، اس کے علاوہ تقریباً ہر صوبہ میں تعلیم کے سلسلہ میں مختلف دشواریاں پیش آرہی ہیں، اس

لئے میں محسوس کر رہا ہوں کہ مسلمانوں کو کانفرنس کی خدمات کی اب پہلے سے زیادہ ضرورت ہے بلکہ یہ کہنا صحیح ہے کہ تعلیمی جد و جہد کا اصلی وقت اب آیا ہے، کیونکہ آج ہم ایک ہنگامہ خیز دور سے گزر رہے ہیں اور ہمیں از سر نو اپنے پروگرام پر نظر ثانی کرنے اور تعمیری جد و جہد کی ضرورت پیش آگئی ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ کام کانفرنس ہی بہترین طریقہ سے انجام دے سکے گی۔

اگرچہ بالفعل کانفرنس کو ایسے وسائل حاصل نہیں ہیں کہ وہ کسی جدید تعلیمی تحریک کو بیک وقت سارے ہندوستان میں پھیلا سکے۔

کیونکہ ہندوستان ایک وسیع ملک ہے، اور مسلمان اس کے ہر گوشہ میں پھیلے ہوئے ہیں جو مختلف زبانیں بولتے ہیں، اس لئے جب تک کسی خاص تنظیم کے ساتھ کام نہ کیا جائے کوئی تحریک سارے ملک میں اشاعت نہیں پا سکتی، مگر کانفرنس ایسے وسائل مہیا کر سکتی ہے کہ اس قسم کی تنظیم عمل میں لا سکے، اس لئے کہ کانفرنس نے اپنی دیرینہ خدمات سے ملک میں اعتماد حاصل کر لیا ہے اور علاوہ عام مسلمانوں کے اس کو فرمانروایان ملک اور امراء کی مربیانہ توجہ بھی حاصل ہے مثلاً ہز اگزالٹیڈ ہائینس حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ نے کانفرنس کو اپنی مستقل شاہانہ امداد سے سرفراز فرمایا ہے، اسی طرح ہز ہائینس فرمانروائے بھوپال جو ایم اے او کالج کے اولڈ بوائے بھی ہیں کانفرنس کو مستقل سالانہ امداد عطا فرماتے ہیں، اور صدر دفتر کانفرنس کی وسیع و شاندار عمارت جس کا نام سلطان جہاں منزل ہے حضور ممدوح کی والدہ محترمہ ہز ہائینس نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ کی فیاضی و علم پروری کا ثمرہ ہے، اسی طرح ہز ہائینس فرمانروائے بھاولپور اور ہز ہائینس نواب صاحب جاورہ کے دربار سے بھی کانفرنس کو مستقل امداد ملتی ہے، ہز ہائینس نواب صاحب رامپور کی دلچسپی اور توجہ اس سے ظاہر ہے کہ حضور ممدوح نے گزشتہ سال کانفرنس کو اپنے دار الحکومت میں مدعو فرمایا، اور بحیثیت صدر جماعت

استقبالیہ اس کا خیر مقدم کیا۔

کانفرنس ایک آل انڈیا انجمن ہے، اور ہندوستان کے مختلف صوبوں میں بار بار اپنے سالانہ اجلاس منعقد کر چکی ہے، اس لئے کم و بیش ہر صوبہ کے مسلمان اس کی تعلیمی خدمات سے واقف ہیں، اب کانفرنس کا یہ کام ہونا چاہئے کہ جن صوبوں میں اب تک کوئی باقاعدہ تعلیمی انجمن یا پراونشل کانفرنس موجود نہیں ہے وہاں پراونشل کانفرنس قائم کرے، اس کے بعد صوبوں کی پراونشل کانفرنسیں اپنے صوبہ کے اضلاع میں تعلیمی اغراض کے لئے لوکل کمیٹیاں قائم کریں، اب ہر صوبہ میں اس حد تک تعلیم پھیل چکی ہے کہ لوکل کمیٹیوں میں کام کرنے کے لئے ایسے لوگ مل سکتے ہیں جو بغیر کسی مالی معاوضہ کے یہ خدمت انجام دے سکیں گے، صوبہ وار تعلیمی کانفرنسوں کے قیام کے بعد مرکزی کانفرنس کو ان کے مشورہ سے اپنی ایک تعلیمی پالیسی اور ایک نظام عمل معین کرنا چاہئے اس کے بعد پراونشل کانفرنسوں اور لوکل کمیٹیوں کا یہ کام ہونا چاہئے کہ وہ مرکزی کانفرنس کی تعلیمی پالیسی اور مجوزہ نظام عمل کے مطابق ہم آہنگی سے کام کریں، لوکل کمیٹیوں کے کام کی نوعیت اور تفصیلات بیان کرنے کا یہ موقع نہیں، یہ کام مرکزی کانفرنس کے ارکان کا ہے کہ وہ مختلف صوبوں کے مخصوص حالات کے مطابق طریقہ کار تجویز کریں، مجھے اس موقعے پر صرف یہ عرض کرنا مقصود تھا کہ مسلمانوں کو تعلیم کی اشاعت و ترقی کا کام ایک معین پروگرام کے ماتحت تنظیم و اتحاد عمل کے ساتھ کرنا چاہئے، موجودہ صورت میں جب کہ نہ کوئی معین نصب العین ہے نہ نظام عمل، ہماری قوت بہت کچھ ضائع ہو رہی ہے، اور ہماری جد و جہد کے نتائج قابل اطمینان نہیں ہیں۔

تنظیم پر اصرار کرنے سے میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ جب تک اس قسم کی تنظیم وجود میں نہ آئے، ہم اپنا کام معطل رکھیں، اور اپنی قوم کی تعلیمی ترقی کے لئے کوشش نہ کریں، اس لئے کہ یہ تنظیم ایک دن کا کام نہیں ہے، ابھی مسلمانوں میں اس قدر احساس پیدا نہیں ہوا ہے کہ محض "تنظیم" کا اعلان کر دینے یا رزولیوشن پاس کر دینے سے سارے ہندوستان

کے مسلمان منظم ہو جائیں، یہ سالہا سال کا کام ہے، ہمارا کام صرف یہ ہے کہ تنظیم واتحاد ملت کے لئے جدوجہد شروع کردیں، آخرکار ایک وقت آئے گا کہ ہم اپنا مقصد حاصل کرلیں گے لیکن جب تک وہ وقت نہ آئے ہمیں اپنا کام جاری رکھنا چاہیئے، کیونکہ قوموں کے لئے معطل اور خاموش رہنا موت کے ہم معنیٰ ہے، لہٰذا ہمیں اپنی مسلسل جدوجہد کے ذریعہ سے اپنی زندگی کا ثبوت دیتے رہنا چاہیئے۔

اردو کی ملکی اہمیت اور اس کی ترقی کی ضرورت

حضرات! جیسا کہ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کانفرنس کے دورجدید کے لئے میں کوئی مفصل پروگرام آپ کی خدمت میں نہیں پیش کرسکتا لیکن جس طرح میں نے تعلیمی معاملات کے متعلق بعض امور آپ کی توجہ کے لئے عرض کئے ہیں اسی طرح میں آپ سے یہ بھی عرض کروں گا کہ آپ تعلیمی و اصلاحی نقطۂ نظر سے اردو یا ہندوستانی زبان کی اشاعت و ترقی کے لئے کوشش کیجیئے۔

مجھے معلوم ہے کہ کانفرنس کے بانی سرسید احمد خاں مرحوم ومغفور اور اُن کے جانشینوں نے اپنی مادری زبان اردو کی بہت بڑی خدمت کی ہے، اور آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اب بھی زبان کی خدمت کررہی ہے وہ نہایت عمدہ تعلیمی و تاریخی کتابیں چھاپتی ہے نیز ایک نہایت مفید اصلاحی اخبار کانفرنس گزٹ کے نام سے شائع کررہی ہے، لیکن ابھی اس سلسلہ میں مزید گنجائش ہے۔

ضرورت ہے کہ عوام میں بیداری پیدا کرنے اور اُن کے معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے مفید رسالے جو سادہ زبان میں ہوں تمام ملک میں شائع کئے جائیں، اس کے علاوہ یہ بھی ضرورت ہے کہ سرسید کے زمانہ سے اب تک جو عمدہ لٹریچر مسلمانوں کی تعلیم اور اصلاح و ترقی کے متعلق وجود میں آیا یا جو کچھ کانفرنس نے چھاپا ہے وہ سارے ملک میں پھیلایا جائے۔

لوکل کمیٹیوں کا ایک کام یہ بھی ہونا چاہیئے کہ وہ عوام کی ذہنی ترقی کے لئے اپنے اپنے اضلاع میں مفید لٹریچر کی اشاعت کرتی رہیں، موجودہ زمانہ میں کسی تحریک کو ملک میں مقبول و کامیاب بنانے کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ اخبارات، رسائل، اور کتابوں کے ذریعہ سے اُس کی اشاعت کی جائے، اگرچہ ہندوستان کے سب صوبوں کی مادری زبان اردو یا ہندوستانی نہیں ہے، لیکن وہ ہندوستان کے ہر صوبہ میں سمجھی یا بولی جاتی ہے اس لئے تھوڑی سی کوشش سے وہ ہندوستان کی عام زبان بن سکتی ہے، اور اُس کے ذریعہ سے ہر ہندوستانی خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، یا کسی اور مذہب کا پیرو، اپنے خیالات دوسرے صوبوں کے رہنے والوں پر ظاہر کر سکتا ہے، ہندوستان میں اور زبانیں بھی ہیں، جن میں سے بعض ترقی یافتہ بھی ہیں، لیکن انھیں اپنے صوبہ کے باہر کوئی اہمیت حاصل نہیں، نہ اُنھیں کوئی بولتا ہے نہ سمجھتا ہے، مثلاً میرے صوبہ مدراس کی زبانیں آپ کے صوبہ بلکہ سارے شمالی ہند میں کہیں نہیں سمجھی جاتیں، لیکن آپ کی اردو ہمارے صوبہ کے خواندہ لوگ بخوبی سمجھ لیتے ہیں، اور بہت سے لوگ اس میں بات چیت بھی کر سکتے ہیں، اردو کی مشہور کتابیں بھی ہمارے صوبہ میں پہنچ گئی ہیں مثلاً آپ کو "مسدس حالی" کی بہت سی جلدیں مدراس کے مسلمان گھروں میں مل جائیں گی

جن صوبوں کے بھائیوں کی مادری زبان اُردو ہے اُنھیں دوسرے صوبوں مثلاً مدراس یا بنگال کے بھائیوں کی اردو پر ہنسنا نہیں چاہیئے بلکہ اُن کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے کہ باوجودیکہ اُن کی مادری زبان اردو یا ہندوستانی نہیں ہے لیکن وہ دوسرے صوبوں کے بھائیوں کی خاطر اُس کے سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مجھے اپنے عزیز تعلیم یافتہ نوجوانوں سے شکایت ہے کہ وہ اردو کی اشاعت و ترقی کے لئے کافی کوشش نہیں کرتے، اور اُن میں بہت کم ایسے ہیں جو اردو کی خدمت میں مصروف ہوں، البتہ پنجاب کے نوجوان نسبتہً اُردو کی زیادہ خدمت کر رہے ہیں جس

سے مجھے مسرت ہوتی ہے۔

اسی طرح دولتِ آصفیہ بھی اردو کی بیش بہا خدمت انجام دے رہی ہے، یہاں آپ کے ذی وقار چانسلر اعلیٰ حضرت نظام الملک آصف جاہ سابع میر عثمان علی خاں بہادر شاہ دکن و برار کی شاہانہ توجہ سے جامعہ عثمانیہ اور دارالترجمہ قائم ہے، یہ ایسا شاندار کام ہے جو صرف اعلیٰ حضرت کے شاہانہ حوصلہ سے انجام پا سکتا تھا، مجھے امید ہے کہ اعلیٰ حضرت حضور نظام کا ذوق ادب مسلم یونیورسٹی میں بھی کارفرما ہوگا، اور کارکنانِ یونیورسٹی اس پر غور فرمائیں گے کہ وہ کس حد تک اور کن علوم کی تعلیم اردو زبان میں دے سکتے ہیں، میرے خیال میں اب اس کا وقت آگیا ہے کہ آپ اس مسئلہ پر غور کریں۔

شکریہ حضرات! میں نے آپ کی بہت سمع خراشی کی جس کے لئے میں آپ سے معافی کا طالب ہوں، اور آخر میں تہ دل سے مکرر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے کانفرنس کی گولڈن جوبلی جیسے شاندار موقعے پر اپنے دور افتادہ بھائی کو نہ صرف یاد کیا بلکہ صدارت کی عزت بھی بخشی، اور اگرچہ میری عمر کا یہ تقاضا نہ تھا کہ میں کوئی طویل سفر اختیار کروں اور نہ میں آپ کی رہ نمائی کر سکتا تھا لیکن جب آپ نے اپنی نوازش وکرم سے مجھے یاد فرمایا تو یہ ناشکر گزاری ہوتی کہ میں آپ کی دعوت کو مسترد کر دیتا۔

اب میں کانفرنس کی گولڈن جوبلی کی کامیابی کی اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں، اور مجھے خداوند بزرگ کی ذات پاک سے امید ہے کہ اس کی توفیق اور آپ کی ہمتِ مردانہ سے گولڈن جوبلی کے بعد ہماری تعلیم کا ایک دورِ جدید شروع ہوگا، اور جو تعلیمی نظامِ عمل ہم آئندہ بنائیں گے وہ قوم کے نوجوانوں کے لئے زیادہ مفید و سودمند ہوگا۔

طلبہ سے خطاب خاتمۂ کلام سے پہلے میں یہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ علی گڑھ آکر اپنے عزیز اور ہونہار بچوں یعنی مسلم یونیورسٹی کے لڑکوں کو

دیکھ کر مجھے بیحد خوشی ہوئی اور میرا دل بڑھ گیا، ان بچّوں کو دیکھ کر میں اپنی قوم کے مستقبل کی طرف سے مایوس نہیں ہوں، وہ نوجوان ہیں، حوصلہ مند ہیں اور اُن کے دلوں میں تازہ اُمنگیں ہیں، مجھے یقین ہی کہ آیندہ زندگی میں وہ اپنے ملک و قوم کی شاندار خدمت انجام دے کر حقیقی عزت اور سچی شہرت حاصل کریں گے۔

اب تک ہم جیسے بوڑھے ملک و ملّت کی تھوڑی بہت جیسی کچھ ہو سکی خدمت کرتے رہی لیکن ہمارا دور آخر ہوا، اب نوجوانوں کا دور شروع ہوتا ہی اُن کی کامیاب زندگی ہمارے لئے روحانی مسرت کا باعث ہوگی، اب میں علّامہ شبلی مرحوم کے الفاظ میں اُن سے یہ خطاب کرتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں: ؎

کئے تھے ہم نے بھی کچھ کام جو کچھ ہم سے بن آئے — یہ قصہ جب کا ہی باقی تھا جب عہدِ شباب اپنا
اور اب تو بس یہی جو کچھ امیدیں ہیں وہ تم سے ہیں — جواں ہو تم لبِ بام آچکا ہے آفتاب اپنا

۱۹۳۵

(مطبوعہ شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ)